اسلامی تمدن

(۵)

جناب مولانا محمد حفظ الرحمٰن صاحب سیوہاروی

وضع قطع

یہ بھی ایک قابل توجہ بات ہے کہ "اسلامی تمدن" میں شکل وصورت کو کسی خاص وضع قطع سے رکھنا کوئی اہمیت رکھتا ہے یا نہیں؟ تو اسلام نے اس کا جواب اثبات میں دیا ہے اور اس کی اہمیت کو اگرچہ حدِ فرض تک نہیں پہنچایا لیکن وجوب یا سنت موکدہ تک ضرور پہنچایا ہے۔ چنانچہ اس سلسلہ میں بخاری ومسلم کی یہ صحیح احادیث خاص اہمیت رکھتی ہیں۔

عن ابن عمر قال قال رسول اللہ	حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم انھکوا الشوارب	علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا مونچھوں کو محو کرو اور
واعفوا اللحیٰ (بخاری ومسلم)	ڈاڑھیاں بڑھاؤ۔
قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے
خالفوا المشرکین وفروا اللحیٰ واحفوا	مشرکوں کی مخالف روش اختیار کرو ڈاڑھیاں
الشوارب (بخاری ومسلم)[1]	بڑھاؤ اور مونچھیں محو کراؤ۔
جزوا الشوارب وارخوا اللحیٰ و	مونچھیں ترشواؤ اور ڈاڑھی بڑھاؤ اور مجوسیوں کے

[1] رواہ اصحاب الستۃ۔ یہ روایات صحاح ستہ میں منقول ہیں۔

© rasailojaraid.com

خالفوا المجوس۔ (صحاح)	خلاف وضع اختیار کرو۔
عن ابی ھریرۃ رض قال قال	حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم	علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: پانچ باتیں فطرت کا
الفطرۃ خمس الختان والاستحداد	تقاضا ہیں یا فطری شعار ہیں۔ ختنہ کرانا۔ موئے
وقص الشارب وتقلیم الاظفار و	زیرناف لینا۔ مونچھوں کا کتروانا۔ ناخن کتروانا
نتف الابط (صحاح ستہ)	بغل کے بال صاف کرانا۔
عن انس وقت لنا فی قص	حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ ہمارے (مسلمانوں)
الشارب وتقلیم الاظفار و	کے لئے مونچھوں کے کتروانے، ناخن کتروانے،
نتف الابط وحلق العانۃ	بغل کے بال صاف کرانے موئے زیرناف صاف
ان لا نترک اکثر من اربعین	کرانے کے متعلق یہ حکم کردیا گیا ہے کہ چالیس دن
یوما۔ (مسلم) و	سے زیادہ اس حالت پر گذرنے نہ پائیں کہ ہم اس
اصحاب السنن)	کی تعمیل نہ کرسکے ہوں۔
عن ابن عمر رض انہ امر باحفاء	حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں ہم کو رسول اللہ
الشوارب واعفاء اللحیۃ	صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم فرمایا ہے کہ مونچھیں محو
(مسلم)	کرائیں (یا ترشوائیں) اور ڈاڑھی بڑھائیں۔

ریش و بروت دعوتِ اسلام سے قبل تمام اہلِ عرب عموماً ڈاڑھی رکھتے تھے بلکہ تاریخی شواہد سے معلوم ہوتا ہے کہ تمام سامی اقوام میں عموماً ڈاڑھی رکھنے کا رواج موجود تھا مگر ساتھ ہی ان کی مونچھیں لبوں سے آگے بڑھی ہوئی اور دونوں جانب رخساروں پر عموماً چڑھی رہتی تھیں اور وہ مونچھیں ترشوانے یا ان کو محو کرانے کے عادی نہیں تھے۔ اس کے برعکس ایران کے مجوسیوں، ہندوستان کے ہندوؤں اور یورپ وایشیا کی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

دوسری بت پرست اقوام میں یہ رسم جاری تھی کہ وہ ڈاڑھی منڈاتے اور مونچھوں کو لبوں پر پڑی رہنے دیتے تھے نہ ترشواتے تھے اور نہ محو کراتے تھے بلکہ ایران کے مجوسی تو عموماً مونچھیں بڑھاتے اور چڑھاتے تھے چنانچہ ایران کے بادشاہ کی جانب سے جب دربار رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں ایک وفد ذات اقدس کی گرفتاری کے لئے بھیجا گیا ہے تو خرخسرہ اور باذان کی ڈاڑھیاں مونڈی ہوئی اور مونچھیں چڑھی ہوئی تھیں جن کو دیکھکر آپ نے فرمایا تھا کہ یہ متکبروں کا طرز ہے اور میرے خدا کو سخت ناپسند ہے [1]

بہرحال عرب کے دائیں بائیں جو مشرک اور بت پرست قومیں تھیں وہ ڈاڑھی مونڈاتی تھیں اور مونچھیں نہ محو کراتی اور نہ ترشواتی تھیں اور خود عرب کے مشرکین اگرچہ ڈاڑھی رکھتے تھے مگر مونچھیں لبوں تک بڑھاتے اور اکثر چڑھاتے تھے اور نہ ترشواتے تھے اور نہ محو کراتے تھے۔

اب جبکہ اسلام کے ہادی برحق نے خدائے تعالیٰ کا پیغام "اسلام" کائنات کو سنایا اور لوگوں کی غلط اور خود ساختہ رسموں کے خلاف انبیاء و رسل کی جاری کردہ رسوم (شعائر) کی تبلیغ شروع کی تو منجملہ اور امور کے مسلمانوں کو یہ بھی تلقین فرمائی کہ ان کی ہیئت و وضع مشرکین کی ہیئت و وضع سے ممتاز ہونی چاہئے لہٰذا اس سلسلہ میں یہ حکم بھی دیا گیا کہ مسلمان ڈاڑھی بڑھائیں اور مونچھیں ترشوائیں یا محو کرائیں۔ یعنی یہ دونوں باتیں ایک ساتھ عمل میں آنی چاہئیں تاکہ اس طرح مسلمانوں اور مشرکین عرب و عجم کے درمیان بیک وقت خاص امتیاز پیدا ہو جائے۔ پس اگر فقط ڈاڑھی بڑھانے کا حکم دیا جاتا اور مونچھوں کے معاملہ سے کوئی تعرض نہ ہوتا تو اگرچہ مجوس اور یورپ و ایشیا کی دوسری بت پرست اقوام کے مقابلہ میں امتیاز ہو جاتا مگر خود مشرکین عرب کے اور مسلمانوں کی ہیئت و وضع کے درمیان کوئی امتیاز پیدا نہ ہوتا۔ اور اگر اس حکم نبوی کا مقصد صرف مونچھوں کی ہیئت کو تبدیل کرانا ہوتا تاکہ مشرکین عرب اور مسلمانوں کے درمیان ہیئت و وضع میں امتیاز ہو سکے اور ڈاڑھی بڑھانے کی اہمیت اس لئے نظر انداز ہوتی کہ یہ عمل تو

---

[1] روض الانف سہیلی ج ۲ و تاریخ ابن کثیر ج

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مسلم وغیر مسلم تمام عرب بلکہ سامی اقوام کرتی ہی چلی آتی ہیں تو پھر یہ حکم " العیاذ باللہ " مہمل ٹھیرتا اس لئے کہ عقل اس کو تسلیم نہیں کر سکتی کہ ذاتِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کی ہیئت و وضع کو عرب مشرکین کے مقابلہ میں ممتاز کرنا تو ضروری سمجھا مگر دنیا کے باقی مشرک اور بت پرست اقوام کے مقابلہ میں اس امتیاز کو نظر انداز فرما دیا حالانکہ مشرکینِ عرب کے ساتھ تو ایک قسم کا ملکی اور تمدنی اشتراک بھی موجود تھا جو دوسرے مشرکین کے ساتھ نہیں تھا۔

پس جن مغرب زدہ اہلِ علم نے اس مسئلہ میں یہ موشگافی فرمائی ہے کہ چونکہ عرب بلکہ سامی اقوام میں ڈاڑھی رکھنے کا رواج شروع ہی سے تھا اس لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ان ارشادات میں کہ جن میں ڈاڑھی بڑھانے اور مونچھیں ترشوانے یا محو کرنے کا حکم فرمایا ہے۔ دراصل ڈاڑھی بڑھانے کو کوئی اہمیت حاصل نہیں ہے بلکہ یہ ضمنی بات ہے اور اصل مقصد مشرکین عرب کے خلاف صرف مونچھوں کی ہیئت و وضع کو تبدیل کرانا ہے ان کی موشگافی قطعاً باطل اور خلاف واقعہ ہے بلکہ مقصد نبوی کی تحریف پر بے جا جسارت ہے۔

غرض ڈاڑھی بڑھانے اور مونچھیں ترشوانے کا حکم صاف اور صریح نصوص حدیثی کے مطابق اسلامی تمدن کے شعبہ " وضع وہیئت " میں بہت اہم حیثیت رکھتا اور اسلامی شعار کہلانے کا مستحق ہے اور انبیاء و رسل کی سنت متوارثہ ہے۔ نیز ان احادیث صحیحہ سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ جس طرح اس حکم سے صاحبِ شریعت کا یہ مقصد ہے کہ مسلمانوں کی ہیئت و وضع کے درمیان اور مشرکین کی ہیئت و وضع کے درمیان تشبہ باقی نہ رہے۔ اسی طرح یہ ہیئت و وضع مستقل طور پر اسلامی تمدن کا جزء بنا دی گئی ہے۔ پس اگر آج مشرکین یا یہود و نصاریٰ یعنی کوئی غیر مسلم قوم و ملت اسلامی تمدن کی اس وضع وہیئت کو بعینہ اختیار کرلے تب بھی اب یہ حکم اپنی جگہ بحالہ قائم رہے گا اور یہ تشبہ کے ان مسائل میں سے شمار نہیں ہوگا جو دوسری اقوام کے ترک واختیار پر محمول رہتے ہیں چنانچہ اس بنا پر ہم نے " تمدنِ اسلامی " کی بحث کے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ابتدا میں ہی یہ ظاہر کر دیا تھا کہ یہ مسئلہ محض "من تشبہ بقوم فھو منھم" کے قاعدہ کے نیچے داخل نہیں ہے بلکہ اس کے متعلق صاحبِ شریعت سے مستقل "امر" ثابت ہو چکا ہے تو اس مسئلہ کی بنیاد اس "امر" ہی پر قائم رہے گی البتہ اس کی حکمت و مصلحت کی بحث میں "خالفوا المجوس" اور "خالفوا المشرکین" کو ضرور پیش کیا جا سکتا ہے۔ لہٰذا اگر آج مصر میں یا یورپ کے شہروں اور ملکوں میں یہودیوں نے ڈاڑھی بڑھانے اور مونچھیں کترولنے کا بعینہ یہی طریقہ اختیار کر رکھا ہو جو اسلامی تمدن کی تعلیم میں موجود ہے تو اس بنا پر ریش و بروت سے متعلق یہ اسلامی حکم اپنی جگہ پر اسی طرح قائم رہیگا اور یہ اجازت نہیں دی جائے گی کہ یہود کی مخالفت میں ہم ڈاڑھی منڈانے لگیں۔ ہاں اسلامی تمدن کے اس اصل حکم کو باقی رکھتے ہوئے اس خاص مسئلہ میں کوئی دوسرا امتیاز ایسا کیا جا سکتا ہے جو ان سے ممتاز کر دے۔ مثلاً یہود میں جو ڈاڑھی رکھتے ہیں وہ عموماً اس کو نہیں ترشولتے تو مسلمان یہ امتیاز قائم کر لیں کہ وہ "قبضہ" (یکمشت) سے زیادہ ڈاڑھی کو نہ بڑھنے دیں جیسا کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے طرزِ عمل سے معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانہ میں صحابہ (رضی اللہ عنہم) کا یہی معمول رہا ہے۔

وکان ابن عمر اذا حج او اعتمر قبض علی لحیتہ فما فضل اخذہ (صحاح ستۃ)	حضرت عبداللہ بن عمرؓ جب حج یا عمرہ کرتے تو فارغ ہونے پر جب خط بنواتے تو اپنی ڈاڑھی کو مٹھی (قبضہ) میں پکڑ لیتے اور اس سے جس قدر فاضل ہوتی اس کو ترشوا دیتے تھے۔
ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یأخذ من لحیتہ من عرضھا و طولھا (ترمذی)	نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم عرض و طول دونوں جانب سے ریش مبارک کو بنواتے تھے۔

یا مثلاً ڈاڑھی کے بال اگر سپید ہونے لگے ہوں تو یہود (اہلِ کتاب) کے طرز کے خلاف ان میں کبھی کبھی جائز خضاب لگایا جائے کیونکہ یہود ایسا کرنے کو برا سمجھتے ہیں چنانچہ اس سلسلہ میں ارشاد مبارک ہے۔

غیروا الشیب ولا تشبھوا	بالوں کی سپیدی کو رنگ لیا کرو اور یہود کی مشابہت نہ اختیار کرو

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

بالیھود (سنن) (یعنی وہ رنگنا خضاب لگانا ممنوع سمجھتے ہیں۔)

اور دوسری جگہ ارشاد ہے۔

ان الیھود والنصاریٰ لا یصبغون فخالفوھم یہود و نصاریٰ خضاب نہیں کرتے تم ان کے خلاف کرو (صحاح ستہ)

اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ ایسا کرنا واجب ہے بلکہ ان کے عقیدہ کے خلاف کو بھی معمول بہا بنانا ہے
ان روایات سے یہ بھی معلوم ہوگیا کہ ڈاڑھی رکھنے کے یہ معنی نہیں ہیں کہ انسان چہرہ پر بالوں کا ایک یسا جھنڈ رکھے کہ جس کی نہ اصلاح کی جائے اور نہ اس کو طول و عرض سے بنوا کر بارونق بنایا جائے بلکہ خود حدیث صحیح میں ایسی پراگندہ صورت رکھنے کی ممانعت کی گئی ہے۔

عن عطاء بن یسار قال کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی المسجد فدخل رجل ثائر الرأس واللحیۃ فاشار الیہ صلی اللہ علیہ وسلم بیدہ کأنہ یامرہ باصلاح شعرہ ولحیتہ ففعل ثم رجع فقال صلی اللہ علیہ وسلم الیس ھذا خیراً من ان یاتی احدکم ثائر الرأس کانہ شیطان۔ (موطا امام مالک)

حضرت عطا بن یسار رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک روز مسجد میں تشریف فرما تھے کہ ایک شخص مسجد میں اس حالت میں آیا کہ اس کے سر کے اور ڈاڑھی کے بال پراگندہ اور بے تکے بڑھے ہوئے تھے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دست پاک سے اشارہ کرکے اس کو بتایا کہ اپنی ڈاڑھی اور اپنے سر کے بالوں کی اصلاح کرکے آؤ وہ شخص واپس چلا گیا اور سر کے بالوں کی اور ڈاڑھی کی اصلاح کرا کے تب پھر حاضر ہوا آپ نے اس کو دیکھ کر فرمایا کہ یہ معقول صورت ہونا اس بات سے بہتر نہیں ہے کہ آدمی منہ اور سر کے بالوں کو پراگندہ حال بنا کر ایسا بن جائے کہ گویا شیطان ہے۔

© rasailojaraid.com

ریش و بروت اور فقہی فیصلہ

مسطورہ بالا نصوص سے جو کہ ریش و بروت سے متعلق ہیں فقہاءِ اسلام نے یہ استنباط کیا ہے کہ ڈاڑھی منڈانا حرام اور گناہِ کبیرہ کا ارتکاب ہے اور یہ مسئلہ ان فقہی مسائل میں سے ہے جن پر فقہ اسلامی کے چاروں متداول مسالک (اسکولس) متفق و متحد ہیں اور کسی ایک کا بھی اختلاف مذکور نہیں ہے۔ چنانچہ فقہ حنفی کی مشہور کتاب درمختار اور فتح القدیر میں ہے۔

ویحرم علی الرجل قطع لحیتہ الخ..	ڈاڑھی ترشوانا یا منڈانا حرام ہے اور
واما الاخذ منہا وھی ما دون	"قبضہ" (یکمشت) سے کم کو ترشوانا
القبضۃ.. فلم یبحہ احد	مباح نہیں ہے۔

اور مالکی فقہ کی مستند کتاب الابداع میں ہے۔

مذھب السادۃ المالکیۃ	مالکی مشاہیر فقہاء کا مذہب یہ ہے کہ ڈاڑھی منڈانا
حرمۃ حلق اللحیۃ وکذا	حرام ہے اور اگر مثلہ کی حد تک ہے تو ترشوانا بھی
قصہا اذا کان یحصل بہ	ممنوع ہے۔ "مثلہ" کی مقدار فقہاء کے نزدیک
مثلۃ۔ الخ	ما دون القبضہ (یکمشت سے کم) ہے۔

اور امام شافعیؒ کی اپنی کتاب "کتاب الام" میں بھی یہی حکم منقول ہے۔

وقال ابن الرفعۃ بان الشافعی رحمہ اللہ	ابن الرفعہ کہتے ہیں کہ امام شافعیؒ نے کتاب الام میں
نص فی الام علی التحریم (شرح العباب)	تصریح کی ہے کہ ڈاڑھی منڈانا حرام ہے۔

اسی طرح حنبلی مذہب میں بھی بصراحت ڈاڑھی منڈانے کی حرمت مذکور ہے۔

منہم من صرح بان المعتمد حرمۃ	حنابلہ میں سے فقہاء نے تصریح کی ہے کہ ان کے یہاں
حلقہا ومنہم من صرح بالحرمۃ ولم یحک	معتمد قول یہی ہے کہ ڈاڑھی منڈانا حرام ہے اور صاحب
خلافا کصاحب الانصاف (الانصاف)	انصاف نے اس مسئلہ میں حرمت کو نقل کرتے ہوئے کسی حنبلی کا اختلاف بیان نہیں کیا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

نصوصِ احادیث سے ڈاڑھی رکھنے اور بڑھانے کا حکم اور ائمہ اربعہ سے باتفاق اس کے ترک پر حرمت کا فیصلہ اس امر کا قطعی فیصلہ کرتے ہیں کہ یہ مسئلہ اسلامی تمدن میں خاص اہمیت رکھتا ہے اور اس کی خلاف ورزی کے لئے تمام حیلے اور بہانے قابلِ رد ہیں۔ کیونکہ ہیئت و وضع انسانی میں اس مسئلہ کو "شعارِ واجب" کی حیثیت حاصل ہے۔

اس مسئلہ کے علاوہ مسطورہ بالا احادیث میں چند اور امور بھی مذکور ہیں جن کو اسلامی تمدن میں "امتیازی حیثیت" حاصل ہے اگرچہ یہ صحیح ہے کہ فقہی حکم کے لحاظ سے ان کے اختیار پر "وجوب" اور ترک پر "حرمت" کا اطلاق نہیں ہوتا بلکہ یہ امور دینِ فطرت میں "فطری تقاضا" سمجھے گئے ہیں اور ان کو ملتِ ابراہیم (دینِ حنیف) میں "شعارِ مسنون" کی حیثیت حاصل ہے، ان میں سے "ختنہ" ایسا عمل ہے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی جسمانی اور روحانی نسل کے لئے "شعارِ ابراہیمی" کہا جاتا ہے اور اگرچہ "وجوب" کا درجہ نہیں رکھتا تاہم اگر کوئی مسلم آبادی اس عمل کے ترک پر اتفاق کر بیٹھے تو امیر یا قاضی کو یہ اختیار ہے کہ وہ بہ جبر ان کو اس عمل کا خوگر بنائے

اس کے بعد ناخن ترشوانا بغل کے بال بنوانا اور موئے زیر ناف لینا بھی مسنون اعمال ہیں اور حضرت انسؓ کی روایت کے مطابق ان کو چالیس دن سے زیادہ چھوڑے رکھنا "مکروہ" ہے۔

غرض ایک مسلمان کی ہیئت و وضع کا امتیاز یہ ہے کہ وہ یکمشت داڑھی رکھے مونچھیں ترشوائے یا محو کرائے۔ ناخن بڑھنے نہ دے اور موئے بغل و زیر ناف کو صاف کرلے کیونکہ یہ مجموعۂ عمل بلاشبہ "مسلمان" کو تمام غیر مسلموں کی وضع اور ہیئت سے ممتاز بنادے گا جو اسلام اور ہادیٔ اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کو مرغوب ہے

مرد و عورت کی ہیئت و وضع میں امتیاز

"ہیئت و وضع" کے سلسلہ میں دوسرا اہم مسئلہ مرد و عورت کے درمیان امتیاز سے متعلق ہے۔ اس سلسلہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد مبارک اصل اور اساس ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

لعن صلی اللہ علیہ وسلم	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان مردوں پر لعنت فرمائی
المتشبھین من الرجال بالنساء	ہے جو عورتوں کے ساتھ مشابہت پیدا کرتے ہیں اور
والمتشبھات من النساء	ان عورتوں پر لعنت فرمائی ہے جو مردوں کے ساتھ
بالرجال (ترمذی)	مشابہت کا روپ بھرتی ہیں۔
لعن النبی صلی اللہ علیہ وسلم	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے مرد پر لعنت کی ہے
الرجل یلبس لبس المراءۃ	جو عورتوں کا لباس پہنے اور ایسی عورت پر لعنت کی ہے
والمراءۃ تلبس لبسۃ الرجل	جو مردوں کا لباس پہنے یعنی ایک دوسرے کا روپ
(ابوداؤد)	بھریں۔

اس ممانعت کا مقصد یہ ہے کہ جبکہ فطرتِ الٰہی نے انسان کی ان دونوں اصناف کو خلقت میں جدا جدا صنف بنایا ہے تو دونوں کے لئے ازبس ضروری ہے کہ ہیئت و لباس میں ایک دوسرے کے مشابہ بننے کی سعی نہ کریں کیونکہ ایسا کرنا اپنے اندر فطرت کے خلاف تغیر و تبدل پیدا کرنا ہے۔ لہذا دینِ فطرت (اسلام) اس قسم کے تغیر کو حرام قرار دیتا ہے۔ لیکن یہ بات کہ وہ امور کیا ہیں جن سے مرد اور عورت کے متعلق یہ کہا جائے کہ ان دونوں نے ہیئت و لباس میں ایک دوسرے کی مشابہت پیدا کرلی ہے یا یہ کہ ایک نے دوسرے کا روپ بدل لیا ہے تو یہ فیصلہ عرفِ عام پر موقوف رہے گا۔ یعنی عرفِ عام میں لباس اور شکل و ہیئت کی جو چیزیں ایسی ممتاز ہوں کہ وہ مردوں کے یا عورتوں کے لئے ہی مخصوص سمجھی جاتی ہوں تو جو مرد و عورت اپنی صنف کے خلاف ہیئت یا لباس و وضع کو اختیار کرے گا۔ وہ احادیث کی وعید کا مستحق قرار دیا جائیگا۔

تاہم اس وعید کے پیشِ نظر تھیٹر یا سینما کے ایکٹروں کی طرح مرد کا عورت کے روپ کو اختیار کرنا اور عورت کا مرد کے بھیس میں ہونا اسلامی تمدن کے قطعاً خلاف ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اسی طرح "مخنث" بنانا یا بنانا بھی حرام اور معاشرتی تمدن میں بہت سخت جرم ہے چنانچہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے زمانۂ جاہلیت کے ایک مخنث کے متعلق یہ حکم دیدیا تھا کہ یہ مسلمانوں کے گھروں میں داخل نہ ہونے پائے۔ دراصل خلاف فطرت یہ عمل عجمی بادشاہوں کی مذموم ایجاد ہے کیونکہ ایک جانب وہ چاہتے تھے کہ ان کی حرم سرا میں عورتوں کی طرح مرد بھی خدمت گذار رہیں اور دوسری جانب ان کی یہ خواہش تھی کہ ان کے حرم ان خدمت گذاروں کے ساتھ بدکاری میں ملوث نہ ہونے پائیں لہذا انھوں نے مردوں کو خصی کر کے مخنث بنانے کا ملعون رواج قائم کیا۔

اور جو مرد، مرد ہونے کے باوجود اپنی چال ڈھال، اپنی ہیئت و وضع اور اپنا لباس وغیرہ عورتوں کی طرح بہ تصنع بناتے ہیں ان کا یہ عمل بھی اسلامی تمدن میں "عملِ خبیث" سمجھا جاتا ہے کیونکہ یہ وضع و ہیئت عملاً مخنث بننے کے مرادف ہے۔

اسی طرح یورپ کے جدید فیشن کے مطابق جو عورتیں مردانہ لباس پہن کر مردوں کی ہیئت و وضع اختیار کرتی ہیں ان کا یہ عمل بھی بلا شبہ مسطورہ بالا صحیح احادیث کی وعید کے تحت میں داخل ہے۔ [1]

نیز عورتوں کا سر کے بالوں کو ترشوانا جیسا کہ آجکل مغربی تہذیب کی تقلید میں عورتیں فیشن ایبل بال ترشوا کر مردوں کی مشابہت پیدا کرنے کی سعی کرتی ہیں یہ بھی ممنوع اور تمدن اسلامی کے قطعاً منافی ہے۔ گذشتہ برسوں میں پنجاب میں اس مسئلہ کے متعلق ایک متفرنج مولوی صاحب نے جدید فیشن کے مطابق بال ترشوانے کو جائز قرار دیا تھا اور نہ صرف جواز ہی تک بات کو ختم کیا۔ بلکہ العیاذ باللہ روایات سے یہ ثابت کرنے کی سعی نامشکور بھی کی تھی کہ یہ عمل ازواجِ مطہرات (رضی اللہ عنہن) سے بھی ثابت ہے۔

---

[1] اگر ایک عورت اپنی عزت و ناموس کو خطرہ میں دیکھکر اس کے تحفظ کی خاطر مردانہ بھیس بدل کر وقتی حفاظت کو کام میں لاتی ہے تو یہ اور اسی قسم کی بعض دوسری جزئیات اس وعید سے خارج ہیں اور ایسے مسائل کے متعلق ارباب فتویٰ سے استصواب کرنا چاہیئے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

تو اس غلط استدلال کی حقیقت صرف اس قدر ہے کہ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوگئی تو بعض ازواجِ مطہرات نے اپنے سر کے بالوں کو بے زینت بنانے کے لئے مقراض سے دو تین لٹیں اس طرح سے کاٹ دیں کہ سر کے بال بھی اپنی جگہ اسی طرح رہے کہ چوٹی بندھ سکے اور بالوں کی یکسانیت جو موجب زینت تھی وہ مجروح ہو جائے چنانچہ خود بھی ازواجِ مطہرات فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اب ہم نہیں چاہتے کہ ان میں کسی قسم کی زینت باقی رہے۔

لیکن ان خوش فہم مولوی صاحب نے ان ازواجِ مطہرات کے ایک ایسے عمل کو جس کا موجودہ فیشن سے دور کا بھی تعلق نہیں تھا جوشِ تفریح میں اس فیشن کے ثبوت میں بنا دیا حالانکہ یہ بات صاف اور واضح ہے کہ ازواجِ مطہرات کا یہ عمل بالوں کی زینت کو بے زیب بنانے کے لئے تھا۔ اور موجودہ فیشن حصولِ زینت کے لئے کیا جاتا ہے اور یہ کہ ازواجِ مطہرات کے اس عمل کے باوجود ان کے سروں پر اسی طرح چوٹی باقی رہی جس طرح عورتوں کی امتیازی شان کے مطابق دوسری عورتوں کے چوٹیاں تھیں اور جو عرفاً و مذہباً عورتوں اور مردوں کے درمیان بہت نمایاں امتیاز ہے۔

بھلا یہ کیسے ممکن تھا کہ ازواجِ مطہرات ایک ایسے عمل پر اقدام کرتیں جس کو خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہو جیسا کہ طبرانی کی معجم کبیر میں بسندِ حسن ثابت ہے۔

عن ابن عمرو بن العاص	حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں
نھی النبی صلے اللہ علیہ	کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمان آزاد عورت کو
وسلم عن الجمۃ	ایسے بال رکھنے کو منع فرمایا ہے جو کانوں تک یا کانوں
للحرۃ۔	سے اوپر تک ہوں (وہ کٹے ہوئے ہوں یا اور کسی
(مجمع الزوائد)	طرح بنائے گئے ہوں)

نیز جبکہ حج و عمرہ کے موقعہ پر جہاں فراغتِ نسک کے بعد بالوں کا منڈانا یا کتروانا ضروری ہے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کے لئے صرف تقصیر کا حکم دیا اور حلق کی ممانعت فرمادی اور تقصیر کا تعامل زمانۂ نبوت صلی اللہ علیہ وسلم سے سلفاً عن خلفٍ بالوں کی صرف ایک آدھ لٹ کو تراش دینا قرار پایا تو کس طرح کسی کو اس جسارت کا حق حاصل ہے کہ وہ موجودہ فیشن کے مطابق عورتوں کے بال ترشوانے کو اسلامی تمدن میں داخل کرسکتا ہے۔ درآنحالیکہ ایسی صورت میں دو خرابیاں لازم آجاتی ہوں ایک مردوں کے ساتھ مشابہت پیدا کرنا اور دوسری بالوں کو اس حد تک ترشوانا جس کے متعلق صحیح حدیث میں ممانعت موجود ہے۔

وشم | وضع وہیئت سے متعلق اسلامی احکام تمدن میں زمانۂ جاہلیت کی رسم "وشم" (بدن کو گدھوانا) ممنوع قرار دیا گیا ہے۔ حصۂ جسم کو گدھوانے کا طریقہ بت پرست اقوام میں قدیم سے رائج ہے اور گذشتہ زمانہ میں اس کو زینت وتجمل کے طریقوں میں سمجھا جاتا تھا مگر جب اسلام نے ان رسوم جاہلیت کو جو کہ فطرت کے خلاف تھیں مٹا کر کائناتِ انسانی کی اصلاح کی تو اس عمل کو بھی ممنوع قرار دیا اور سمجھایا کہ یہ عمل دراصل جسم انسانی کی فطری زیبائش کو بدہیئت بناتا ہے۔ جس کو عربی میں "مثلہ" (فطری ہیئتِ جسم کو بگاڑنا) کہتے ہیں نیز اس طریق سے کوئی حسن وزیبائش پیدا نہیں ہوتی اور بلا وجہ جسم کو ایذا دینا ہوتا ہے

عن ابن عباس لُعِنت الواصلة والمستوصلة و النامصة والمتنمصة والواشمة والمستوشمة (الحدیث) (ابوداؤد)	حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں ملعون ہے دھوکا دینے کے لئے دوسروں کے بال اپنے بالوں میں گوندھ کر لمبی چوٹی بنانے والی یا بنوانے والی اور پیشانی کے بال اکھاڑنے والی اور اکھڑوانے والی اور بدن گودھنے والی اور گدھوانے والی۔

ایسا کرنا فطرت کے خلاف ہے جس کے لئے اسلامی تمدن میں قطعاً کوئی گنجائش نہیں ہے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مختلف پیشے اور ان کے آداب

اسلامی تعلیم میں "تجارت" "صنعت وحرفت" اور "زراعت" کو کسبِ معاش کے لئے بہترین ذریعہ بنایا گیا ہے اس لئے کہ ان ذرائع سے انسان محنت اور اپنے ہاتھ کی کمائی سے کھاتا ہے جس کے متعلق نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ مبارک یہ ہے۔

ما اکل احد طعاماً قط خیراً من ان یاکل من عمل یدیہ و ان نبی اللہ داؤد کان یاکل من عمل یدیہ۔ (بخاری)	کوئی انسان اس روزی سے بہتر نہیں کھاتا جو اس نے اپنے ہاتھ کی کمائی سے حاصل کی ہے اور اللہ کے نبی داؤد (علیہ السلام) اپنے ہاتھ کے عمل ہی کے ذریعہ روزی پیدا کرتے تھے۔ (یعنی زرہ بناتے اور ان کو فروخت کرکے روزی حاصل کرتے تھے)
ان اطیب ما اکلتم من کسبکم۔ (الحدیث)	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہارے لئے بہترین روزی وہ ہے جو تم محنت کرکے پیدا کرتے ہو۔

پس اسلامی تمدن میں صنعت وحرفت اور تجارت کی خاطر مختلف پیشے اختیار کرنا کسبِ معاش کے لئے پسندیدہ شے ہے لیکن اسلامی تمدن میں "پیشہ" "ذات" نہیں بناتا اور جس طرح ہندو دھرم میں برہمن، چھتری، ویش اور شودر پیشوں کی وجہ سے قومیں اور ذاتیں بن گئیں۔ اسلام اس کو قبول نہیں کرتا یعنی خیاطہ (سینے کا پیشہ) حیاکتہ (کپڑا بننے کا پیشہ) ندافتہ (روئی دھننے کا پیشہ) وغیرہ پیشے ہیں جو سید، شیخ، مغل، پٹھان اور ہندوستان کی باشندہ مسلم اقوام وقبائل میں سے ہر ایک کرسکتا ہے اور اس پیشہ کی وجہ سے اپنے خاندان اور کفو سے نکل کر پیشہ کے نام سے مستقل قوم یا ذات نہیں بن سکتا۔ لہٰذا موجودہ دور میں ہندوستان کے اندر خاندانوں اور قبیلوں میں پیشوں کے نام پر جو مستقل ذاتیں قائم کردی گئی ہیں وہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

دراصل برادران وطن کے اثراتِ جاہلیت میں سے ایک جاہلی اثر ہے اور اسلامی تمدن میں اس کے لئے کوئی جگہ نہیں ہے۔

البتہ معرفتِ خاندان وقبائل کے پیش نظر جو باہمی امتیازات ہیں یعنی ایک قریشی ہے اور دوسرا انصاری مثلاً تو یہ امتیاز اسلامی تمدن میں بھی صرف باہمی معرفت اور قرابت رشتہ کی بنا پر قائم کیا گیا ہے؛ پس اسلامی تمدن یہ جائز نہیں رکھتا کہ کوئی خاندان، قبیلہ یا کنبہ جو کسی دوسرے خاندان کے آبا واجداد کی شخصی فضیلت یعنی ان کی عملی برتری اور تفوق فی الاسلام کی بنا پر اپنے آبا و اجداد کی نسبت ترک کرکے خود کو ان کی جانب منسوب کرے مثلاً اگر ایک شخص حضرت فاطمہ زہراؓ اور حضرت حسینؓ کے رشتہ سے ہاشمی کہلاتا ہے تو غیر ہاشمی کے لئے ممنوع ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس نسلی قرابت کی بنا پر خود کو ہاشمی کہلانے لگے کیونکہ ایسا کرنا نہ صرف مذہباً ممنوع ہے بلکہ عقل، فطرت اور اخلاق کی نگاہ میں بھی سخت مذموم ہے اس لئے کہ اس طرح کے دعوے کے یہ معنی ہوتے ہیں کہ وہ خود کو اپنے باپ کی صلب سے پیدا ہونے کا انکار کرتا اور غلط اور خلاف واقعہ طور پر دوسرے شخص کی جانب اپنی ابنیت کو منسوب کرتا ہے چنانچہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے دعویٰ کو قابل لعنت قرار دیا ہے۔

عن سعد بن ابی وقاص قال سمعت	حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے
اُذُنی من رسول اللہ صلی اللہ	ہیں میرے کانوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے
علیہ وسلم یقول من ادعیٰ اباً	اس ارشاد کو سنا ہے، فرماتے تھے جس شخص نے
فی الاسلام غیر ابیہ وھو	اسلام میں داخل ہو کر دوسرے کے باپ کو اپنا
یعلم انہ غیر ابیہ فالجنۃ	باپ ظاہر کیا اور اس بات سے باخبر بھی ہو تو
علیہ حرام (بخاری و مسلم)	اس پر جنت حرام ہے۔
عن ابی ذر رضی اللہ عنہ قال	حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم	صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس شخص نے
لیس من رجل ادعیٰ بغیر	جان بوجھ کر دوسرے کے باپ کو اپنا باپ ظاہر کیا
ابیہ وھو یعلمہ الا کفر (الحدیث)	(یعنی دوسرے قبیلہ یا نسل یا خاندان کی جانب
(بخاری و مسلم)	غلط منسوب کیا) تو اس نے کفر کی سی بات کی۔

بدقسمتی سے اس معاملہ میں ہندوستان میں افراط و تفریط کا سلسلہ جاری ہے ایک طرف قریشی ہاشمی، انصاری یعنی سادات و شیوخ اور مغل و پٹھان قوموں نے ہندوؤں کی خالص رسم جاہلیت کو اپنا کر اپنے علاوہ تمام پیشہ ور جماعتوں کو شودر، اچھوت اور ذلیل سمجھنا شروع کر دیا اور فخر و مباہات کے ان تمام طریقوں کو برتنا اور اختیار کرنا تمدن کی زندگی بنالیا جس کو اسلام نے آکر مٹایا تھا اور حرام اور رسوم کفریہ کہہ کر فنا کر دیا تھا اور دوسری جانب وہ پیشہ ور جماعتیں جن میں سے اکثر و بیشتر ہندوستان ہی کی باشندہ ہیں اور یہیں مشرف باسلام ہوئی ہیں۔ عربی النسل اور فارسی النسل قبائل و اقوام کے اس تحقیر آمیز سلوک کو دیکھکر جو وہ محض ان جماعتوں کے پیشہ کی بنا پر ہندو تہذیب سے متاثر ہو کر روا رکھتے تھے۔ خود کو عربی النسل قبائل و خاندان کی جانب منسوب کرنا شروع کر دیا جو کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کی مطابق غیر اسلامی طریقہ ہے۔

اور اگرچہ یہ صحیح ہے کہ حسب ارشاد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

البادی اظلم	بری بات کی ابتدا کرنے والا ہی بڑا ظالم ہے

اس سلسلہ میں غیر اسلامی نقطہ نظر کی ابتدا ان ہی اقوام و قبائل کی جانب سے ہوئی جو خود کو اونچی اقوام سمجھ کر پیشہ ور اقوام کو حقیر جانتے ہیں لیکن ان کے اس مجرمانہ اور غیر اسلامی طریقہ عمل کی بنا پر ان پیشہ ور اقوام و قبائل کے لئے کسی طرح اس امر کا جواز نہیں پیدا ہو سکتا کہ وہ اپنے آبائی نسل و خاندان کے خلاف خود کو بغیر کسی شرعی یا تاریخی ثبوت کے غیر نسل و خاندان کی جانب منسوب کرنے لگیں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

بلکہ یہ طریقِ کار تو خود اس نظام اسلامی کے لئے سدراہ بنتا جا رہا ہے۔ جس کو واپس لانے کے لئے پیشہ ور اقوام کا مطالبہ ہے اور جس کا واپس لانا ہمارے نزدیک اس دور میں اسلام کی بہت ہی بڑی خدمت ہے یعنی تمام مسلمانوں کے درمیان بلا تفریق و امتیازِ نسل و قوم معاشرتی و تمدنی مساوات اور اخوتِ عام پیدا کرنا"

پیشہ ور اقوام کا زیر بحث طریق کار اپنے مطالبہ کے خلاف اس لئے سدراہ بن رہا ہے کہ جب انھوں نے مثلاً ہندی النسل ہونے کے باوجود خود کو تاریخی حقائق کے خلاف ہاشمی، قریشی، علوی کہلانا شروع کر دیا تو اس کا یہ مطلب ہوا کہ ان کے نزدیک بھی اسلام میں برتری اور بڑائی کا معیار "نسب و حسب" ہے نہ کہ "کردار و عمل" تب ہی تو وہ اس مطالبہ کی بجائے "ایک ہندی النسل درزی، موچی، نائی کو بھی اسلامی معاشرت و تمدن میں ایک ہاشمی و قریشی کے مساوی حق ہیں" اس کی سعی میں مشغول ہیں کہ وہ بھی عربی نژاد ثابت ہو جائیں پس اگر تسلیم کر لیجئے کہ ہندوستان کی تمام پیشہ ور اقوام و خاندان بھی عربی النسل ہی ہیں تو پھر اب ان ہندی النسل اقوام کو کیا رویہ اختیار کرنا چاہئے جو مثلاً چمار، مہتر، پاسی دھیڑ یعنی ہندوؤں کے نظریہ کے مطابق شودر یا اچھوت جاتی سے مسلمان ہوئی ہیں بلکہ مسلم راجپوت مسلم برہمن، مسلم تگا، مسلم جاٹ، مسلم راٹھور قبائل و اقوام کو بھی ہاشمی، انصاری، قریشی، زبیری، علوی ہونے کا دعویٰ کرنا چاہئے ورنہ تو وہ پھر ان عربی النسل اقوام کے مقابلہ میں کہ جن میں پیشہ ور مسلم قبائل و اقوام بھی شامل ہو گئیں العیاذ باللہ "پیچ اور حقیر" رہیں گے۔

اس لئے یہ طریق کار بالکل غلط ہے۔ اصل طریق کار وہی ہے جو ہم اس موضوع کی پہلی قسطوں میں بوضاحت اور بالتفصیل بیان کر آئے ہیں اور کفو کے مسئلہ پر بحث کرتے ہوئے یہاں تک ثابت کر آئے ہیں کہ جن فقہاء کے نزدیک کفو کا تعلق معاشرت نکاح سے بہت زیادہ ہے انھوں نے بھی یہ تصریح کر دی ہے کہ عجمی ممالک میں بیشتر "کفو" کا معیار پیشہ کی یکرنگی اور خاندانوں کے باہم رہنے سہنے کی معاشرت

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کی یگانگت پر موقوف ہے۔

بہر حال یہ مسئلہ ایسا ہے کہ دونوں جانب کی افراط و تفریط اور ہر دو جانب سے لومۃ لائم سے قطع نظر اسلامی تمدن کی مساوات عام اور اخوت عامہ کے ان نظریات پر فیصل ہونا چاہیئے جن کو اس سے قبل بوضاحت تمام بیان کیا جا چکا ہے۔

صنعت و حرفت یا پیشے کی حیثیت اسلامی تمدن میں جس درجہ نمایاں ہے اس کے کشفِ حقیقت کے بعد یہ معلوم رہنا ضروری ہے کہ بعض پیشے ایسے بھی ہیں جن کو اسلامی تمدن میں رکیک اور شنیع سمجھا گیا ہے اور ان کو اچھی نظر سے نہیں دیکھا گیا۔ مثلاً حجامت[۱] (پچھنے اور سینگی لگانے کا پیشہ) جانوروں کو جفتی کرانے پر اجرت لینے کا پیشہ، یا حرام جانوروں کی بیع و شری کا پیشہ۔ کیونکہ پہلے پیشہ میں خون چوسنے کا کام کرنا ہوتا ہے اور دوسرے اور تیسرے پیشے میں اپنی معاش کو محقر اور ارذل کام کے ساتھ وابستہ کرنا ہے پس اگر پہلا اور دوسرا کام خدمت خلق کے طور پر کیف ما اتفق پیش آجائے تو مضائقہ نہیں ہے لیکن ان کو پیشہ نہیں بنانا چاہیئے۔

پیشوں کا تعلق چونکہ بیشتر دوسرے انسانوں کے ساتھ ہوتا ہے جیسا کہ تجارتی کاروبار اور صنعت و حرفت میں لین دین ضروری ہے اس لئے احادیث اور قرآنِ عزیز میں ان لوگوں کے لئے صدقِ مقال، حسنِ گفتگو، نرمی و نرم خوئی کی بہت سخت تاکید کی گئی ہے اور جھوٹ، دھوکا اور سختی و درشتی کو خصوصیت کے ساتھ منع کیا گیا ہے چنانچہ بعض روایات میں جو بعض پیشوں کے متعلق تحقیری جملے یا وعید کا ذکر آتا ہے تو ان میں سے اکثر و بیشتر روایات موضوع اور ناقابلِ حجت درجہ تک ضعیف اور ناقابل اعتبار ہیں اور اسی لئے ان کو روایت کہنا ہی غلط ہے اور بعض روایات جو حسن کے درجہ تک پہنچ گئی ہیں ان کا مطلب

۱؎ عرب میں نائی کو حلاق کہتے ہیں اور یہ پیشہ ناپسندیدہ نہیں ہے بلکہ حلال اور طیب کمائی کا پیشہ ہے اور حجام سینگی اور پچھنے لگانے والے کو کہتے ہیں۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

صرف یہ ہے کہ ان میں اس پیشہ کی مذمت مقصود نہیں ہے بلکہ اس طرزِ عمل کی برائی مقصود ہے جو تجربہ کی بنا پر اکثر اس پیشہ کے کارکنوں میں پائی جاتی ہے خواہ وہ نسلاً اس پیشہ کو کرتا ہو یا خود اسی شخص نے اس کو شروع کیا ہو جس طرح ایک جانب تاجرِ صادق کو شہید اور صدیق کے درجہ کی بشارت سنائی گئی ہے اور دوسری جانب اس تاجر کو جو جھوٹی قسمیں کھا کھا کر مال فروخت کرتا ہے جہنم کی وعید سنائی گئی ہے اور اس موقعہ پر ایسا کرنے والے کی شخصیت کو مخاطب نہیں کیا گیا بلکہ اس کے تاجر ہونے کے وصف کو مخاطب بنایا گیا ہے پس اسی طرح اگر کسی پیشہ سے متعلق کسی صحیح روایت میں مذمت کا کوئی جملہ مذکور ہے تو جن بر خود غلط مفتیوں یا مولویوں نے ان کا مطلب یہ سمجھا ہے کہ وہ پیشہ حلال اور جائز ہونے کے باوجود موجب دخول جہنم یا قابل ملامت و نفرت ہے انھوں نے روایت کے مطلب کو قطعاً مسخ کر دیا ہے بلکہ اس کا مطلب صرف یہی ہے جو ہم نے سطورِ بالا میں بیان کیا ہے کہ تجربہ سے اس پیشہ کے اکثر کارپردازوں کی غلط روی کا احساس کر کے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بطور تنبیہ اس پیشہ کو مخاطب فرمالیا ہے ورنہ جبکہ خود ذات اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے کپڑا بننے کے پیشے، بڑھئی کے پیشے، لوہاری کے پیشہ سینے کے پیشہ، بکری چرانے کے پیشہ جیسے پیشوں کو پسند فرمایا ہو اور ان کو انبیاء علیہم السلام کا پیشہ بتایا ہو تو وہ ذات قدسی صفات کس طرح کسی حلال اور جائز پیشہ کو محض پیشہ کی وجہ سے مستحق وعید ٹھیرا سکتی ہے؟

تنبیہ کی یہ شکل ہر زبان کے محاورات میں بکثرت پائی جاتی ہے۔ حالی مرحوم خود بلند پایہ شاعر تھے اور شعر گوئی کا کافی ذوق رکھتے تھے لیکن جب انھوں نے یہ دیکھا کہ علم اور فنی استعداد کے فقدان کے باوجود لوگوں میں شعر گوئی کا چسکا حد سے بڑھتا جا رہا ہے اور شاعری کا دائرہ بھی گل و بلبل کی لغو شاعری سے گذر کر مفید ترقی پانے کی بجائے اور زیادہ پست اور اس کا معیار بہت گرتا جا رہا ہے تو وہ شاعروں کے متعلق یہ کہنے پر مجبور ہوئے۔

"جہنم کو بھر دینگے شاعر ہمارے"

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مگر اس کا مطلب کسی نے بھی یہ نہیں سمجھا کہ مفید شاعری کوئی بری شے ہے اور نہ یہ سن کر معیاری شعراء نے کوئی برا مانا بلکہ اس گرفت اور عدل پر حالی مرحوم کو بہت زیادہ سراہا۔ نیز قرآن عزیز کا مطالعہ کیجئے تو سورۂ شعراء میں شعراء کے متعلق سخت وعید پاتے ہیں "والشعراء یتبعھم الغاوون۔ الم تر انھم فی کل واد یھیمون۔ اور یہ اس لئے کہ شعراء کی عام زندگی یہی ہے کہ زیادہ سے زیادہ کذب بیانی، عریاں اور فحش مضامین کا اظہار اور قول وعمل کے تضاد کا مظاہرہ کرتے رہیں۔ لہٰذا ایسے شعراء کو قابلِ مذمت قرار دیا گیا لیکن اس کے یہ معنی نہیں ہیں کہ نفس شعر یا نفسِ شاعری قابلِ ملامت ومذمت ہے کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو اگلی آیات میں یہ استثناء موجود نہ ہوتا۔" الا الذین اٰمنوا وعملوا الصّٰلحٰت وذکروا اللہ کثیرا وانتصروا من بعد ما ظلموا۔ یعنی اگر ایک شاعر ایمان باللہ رکھتا، عمل صالح سرانجام دیتا، یادِ الٰہی سے غفلت نہیں کرتا اور ظالموں کے مقابلہ میں اس کو مظلوموں کی نصرت واعانت کا ذریعہ بناتا ہے تو وہ بلاشبہ اس وعید سے خارج اور قابل مدح وستائش ہے چنانچہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسان بن ثابت کے لئے جبکہ وہ مشرکین کی تردید میں آپ کی مدح ومنقبت سنا رہے تھے یہ ارشاد فرمایا تھا "اللھم ایدہ بروح القدس" الٰہی! حسان کے اس شاعرانہ کلام کی روح القدس کے ذریعہ تائید کر یعنی اس کو مزید قوتِ کلام عطا فرما۔"

اسی سلسلہ میں یہ بات بھی قابل توجہ ہے کہ عرب النسل اقوام وقبائل میں خصوصاً اور دوسرے مسلمانوں میں عموماً ایک یہ غلط خیال قائم ہوگیا ہے کہ جو قبائل واقوام نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم یا صحابہ کے دور میں مسلمان ہوئی ہیں ان کے علاوہ تمام عجمی اقوام "نومسلم" ہیں اور اس کا نتیجہ یہ نکالا جاتا ہے کہ منگولیا کے باشندہ "مغل" اور پختان کے باشندہ "پٹھان" اگرچہ عرب النسل قبائل کے آباء واجداد کے بعد مسلمان ہوئے لیکن چونکہ صحابہ کے عہد میں اسلام لاچکے ہیں اس لئے یہ سب اشرف اقوام وقبائل ہیں اور باقی ان سے کمتر وکہتر اور اسی کی تعبیر کے لئے انھوں نے لفظ "نومسلم" [له] کا اطلاق صرف اسی شخص پر ہوتا ہے جو بذاتِ خود کفر وشرک کو ترک کر کے مشرف باسلام ہوا ہو اور اس کے بعد اس کی نسل پر یہ اطلاق اس معنی میں صحیح نہیں ہے اور

له یہ ایک خاص اصطلاح بن گئی ہے حالانکہ فقہ اسلامی کے نقطۂ نظر سے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

یہ لفظ بھی اس کی حقارت کے لئے وضع نہیں کیا گیا بلکہ صرف اس معرفت کے لئے ہے کہ یہ ناپاک زندگی سے نکل کر پاک زندگی میں داخل ہوا ہے۔ لہٰذا وہ قبائل و اقوام جو ہندی النسل ہوں یا کسی اور ملک کی باشندہ ہوں مگر وہ اپنی چند پشتوں سے مسلمان ہیں اس معنی کے لحاظ سے "نومسلم" نہیں کہی جا سکتیں۔

البتہ اس میں شبہ نہیں ہے کہ جن قبائل و اقوام کے آباء و اجداد قدیم فی الاسلام ہیں خود ان کو اپنے اس عمل خیر کی قدامت کی وجہ سے ضرور ان قبائل و اقوام کے آباء و اجداد پر بزرگی اور برتری حاصل ہے جو قدیم فی الاسلام نہیں ہیں اور صدیوں بعد آغوش اسلام میں داخل ہوئے ہیں چنانچہ اسلام میں سبقت و بعدیت کے لحاظ سے بزرگی اور برتری کا معیار خود عربی النسل قبائل و افراد کے درمیان بھی تسلیم کیا گیا ہے اور قرآنِ عزیز کی یہ آیت اسی اعترافِ حقیقت کے لئے نازل ہوئی ہے۔

والسابقون السابقون — جو سبقت کرنے والے ہیں وہ سبقت کرنے والے ہیں

اولئك المقربون — وہی مقرب ہیں۔

لیکن اجر و ثواب کا ازدیاد اور بزرگی و برتری کا یہ منصب اُن افراد اور قبائل ہی کے حق میں ہے جو خود اپنی ذات سے اس کا مصداق بنے اور اس لئے ان کی اولاد کو یہ حق حاصل نہیں ہے کہ وہ صدیق اکبرؓ یا فاروقِ اعظمؓ، یا ذی النورینؓ، یا علی حیدر (رضی اللہ عنہم) کی سابقیت فی الاسلام کا نام لے کر ان عجمی قبائل و اقوام کو حقیر و کمتر جانیں جن کے آباء و اجداد کو سابقیت کا یہ شرف نہیں مل سکا۔ البتہ جیسا کہ ہم اس موضوعِ بحث کی ابتدا میں بھی کہہ چکے ہیں اگر ان سابقین فی الاسلام کی اولاد ان کے قدم بقدم گامزن رہی تو قیامت میں یہ مصداق آیت

والحقناهم ذريتهم — اور ہم ان بزرگوں کی ذریت کو ان کے ساتھ ملا دینگے

ضرور اپنے بزرگوں کے اس شرف سے بہرہ اندوز ہوں گے۔

© rasailojaraid.com